Fikr-o-Nasar (Islamabad) 40-41:4,1 (2003)

فکر و نظر۔۔۔ اسلام آباد　　جلد:۴۰-۴۱　　شمارہ:۴،۱

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ بطور سیرت نگار

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا ☆

سیرت النبی ﷺ پر بے شمار کتب سامنے آئی ہیں۔ آپ کی زندگی کا نقشہ ابن اسحٰق اور ابن ہشام سے لیکر ڈاکٹر حمید اللہ تک اگر دیکھا جائے تو درمیان میں بہت سے پہلو نظر آئیں گے۔ سیرت کا باقاعدہ آغاز خلافت راشدہ کے بعد خلافت بنو اُمیہ کے زمانہ میں ہوا پھر یہ سلسلہ رفتہ رفتہ آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ اسے عروج وارتقاء خلافت عباسیہ بغداد کے عہد میں حاصل ہوا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی فرمائش پر اسلامی روایات کا ذخیرہ کاغذات پر منتقل کرنے کی ذمہ داری اس وقت کے سب سے بڑے جید عالم محمد بن مسلم شہاب الزہری (م ۱۲۴ھ) کے کندھے پر ڈالی گئی[۱]۔ ایک روایت کے مطابق اموی حکمرانوں کی فرمائش پر انہوں نے سیرت اور مغازی پر مستقل تصانیف چھوڑیں تاہم یہ کتابیں ہم تک نہ پہنچ سکیں۔

ایک بات جو مکمل دیانت داری کے ساتھ کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ فن مغازی پر سب سے بڑا نام موسیٰ بن عقبہ (م ۱۴۱ھ) کا ہے تاہم ابتدائی سیرت نگاروں میں ابان بن عثمان، عروۃ بن زبیر، عاصم بن عمر، عبداللہ بن ابو بکر محمد بن عمر بن حزم اور ابوالاسود محمد عبدالرحمٰن کے نام بھی لئے جا سکتے ہیں[۲]۔

فنِ سیرت کے امام محمد بن اسحاق نے سیرت میں جو معلومات فراہم کیں ان پر بعد میں آنے والے مورخین اور مصنفین نے اعتماد کیا اور اسے ماخذ اولین قرار دیا۔ ابن خلدون اور امام طبری نے بھی اس کتاب سے حوالے دیئے۔ ساتویں صدی تک یہ کتاب محفوظ رہی بعدازاں یہ سہرہ ڈاکٹر حمید اللہ کے سر جاتا ہے کہ وہ اس کتاب کے کچھ صفحات محفوظ کرنے میں کامیاب ہو گئے تاہم ابن اسحاق کی سیرت کو ابن ہشام (م۲۱۳ھ) نے محفوظ کیا۔ اس کتاب کو اتنی شہرت حاصل ہوئی کہ لوگ اصل کتاب کو بھول گئے۔

☆ شعبہ اسلامیات، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور

DMHL

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.　　http://iri.iiu.edu.pk/

پھر ہر دور میں سیرت نگار آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر اپنے اپنے انداز میں مختلف زبانوں میں علم کے موتی بکھیرتے رہے۔

انیسویں صدی عیسوی میں سیرت نگاری پر مناظرانہ رنگ غالب رہا جبکہ بیسویں صدی سیرت نگاری کے زریں دور کے طور پر سامنے آئی اس صدی کی ابتداء سے ہی ایسے روشن خیال مصنفین منظر عام پر آئے۔ جو عشق رسول ﷺ سے سرشار، تصنیف و تالیف کی نازک ذمہ داریوں سے واقف اور نئے علوم و حالات سے آگاہ تھے۔

جب ہم برصغیر میں داخل ہوتے ہیں تو ہماری سب سے پہلی نظر سر سید احمد خاں پر پڑتی ہے جنہوں نے مستشرقین کی گمراہ کن سرگرمیوں کا مدلل اور موثر جواب دیا۔ سر سید احمد خاں نے سرولیم میور کی کتاب ''لائف آف محمدؐ'' کے جواب میں اپنی مشہور زمانہ کتاب ''خطبات احمدیہ'' تحریر کی۔ بقول مولانا الطاف حسین حالی سر سید اس کتاب کا جواب دینے کے لئے ہر وقت بے چین رہتے تھے[۳]۔

برصغیر میں خدمت سیرت کے سلسلہ میں ایک اور نام قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا ہے اُن کی ''رحمۃ للعالمین'' کو جو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی وہ شبلی کی سیرت النبی ﷺ کو چھوڑ کر کسی کتاب کے حصے میں نہیں آئی۔

اگر سر سید کی خطبات احمدیہ اور منصور پوری کی رحمتہ للعالمین کا تقابل کریں تو جو چیز سامنے آتی ہے وہ یہ ہے:-

''سرسید کی خطبات احمدیہ میں کارلائل، گبن، ڈیون پورٹ، گاڈفرے ہگنز، ولیم میور، پادری فنڈر، اسپرنگر، جارج سیل، پریڈو، پوکاک وغیرہ کے ناموں کی تکرار ہے جبکہ رحمتہ للعالمین کے صفحے پر کتاب پیدائش، کتاب استثناء، کتاب یسعیاہ، کتاب خروج، کتاب تواریخ، کتاب سلاطین، انجیل لوقا، انجیل متی، انجیل یوحنا، مکاشفات یوحنا، ملاکی نبی کی کتاب، یرمیاہ نبی کی کتاب اور یوناہ نبی کی کتاب کے نام دکھائی دیئے ہیں[۴]۔

اگر منصور پوری کی کتاب کا شبلی کی سیرت النبی ﷺ سے تقابل کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ رحمتہ للعالمین کا تعلق دل سے ہے اور سیرت النبی ﷺ کا دماغ سے[۵]۔

شبلی کی سیرت النبی ﷺ کا اسلوب نہایت دلکش ہے اس میں جن اصولوں کو روا رکھا گیا ہے ان سے اختلافات کی گنجائش نہیں۔ مولانا شبلی نے یورپین سیرت نگاروں کے افکار باطل کی نہ صرف تردید

کی بلکہ ان کے تمام الزامات کی قلعی کھول دی۔ انھوں نے بے بنیاد اور مشکوک بیانات کو بھی ہدف تنقید بنایا۔مکمل کتاب سید سلیمان نبوی کی مدد سے تکمیل پذیر ہوئی وہ سید سلیمان ندویؒ کو زندگی کے آخری الفاظ کہتے ہیں۔

سیرت، سیرت، سیرت یعنی سب کام چھوڑ کر سیرت مکمل کرنا۔ سید سلیمان ندویؒ نے سیرت النبی ﷺ کے اسلوب اور خیالات کا حق ادا کر دیا۔ بقول اختر وقار عظیم:

آج تک سیرۃ النبیﷺ سے زیادہ محققانہ عمدہ اور جامع کتاب سیرتِ رسول کریمﷺ پر نہیں لکھی گئی(۶)۔

سیرت النبیﷺ پر بے شمار کام سامنے آئے مثلاً مناظر احسن گیلانی کی النبی الخاتم، مولانا ادریس کاندھلوی کی سیرت المصطفی، نعیم صدیقی کی محسن انسانیت مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کی سیرت سردر دو عالم، ڈاکٹر خالد علوی کی انسان کامل و پیر کرم شاہ کی ضیاء النبی، اکرم رانا کی محمد رسول اللہﷺ سب کچھ اپنی جگہ لیکن سیرت نگاروں میں جو اہم نام ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا ہے وہ کسی کا نہیں اگر انہیں دورِ جدید کا ''امام سیرت'' کہہ دیں تو مضائقہ نہ ہوگا۔

ڈاکٹر حمید اللہ کو جب سیرت کے کام سے دلچسپی ہوئی تو پھر ساری زندگی اسی میں وقف کر دی۔ سیرت سے ان کی وابستگی کا یہ حال تھا کہ ان کی تحقیقی خدمات پر حکومت پاکستان نے دس لاکھ کی رقم بطور ایوارڈ دی۔ جو اُنہوں نے ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے کتب خانہ کو بطور عطیہ پیش کر دی۔

سیرت النبیﷺ پر آپ کا تحقیقی کام اپنے انداز کا ایک منفرد کام ہے۔ آپ نے گذشتہ ۶۰ سالوں میں سیرت سے متعلق تقریباً ہر موضوع پر لب کشائی کی۔ آپ اسلامی علوم کے ماہر، ایک اعلی رائے کے محقق اور صاف گو مصنف تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی مختلف زبانوں مثلاً اردو، عربی، فارسی، ترکی، انگریزی، فرانسیسی، جرمنی، اطالوی اور یونانی زبانوں میں مہارت اور ان میں موجود تحریری سرمائے سے استفادہ آپ کے تحقیقی کام کو ممتاز بنا دیتا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ ایک عالم باعمل سیرت نگار تھے۔ آپ نے رسول اکرمﷺ کے بارے جو پڑھا، تحقیق کی اور جو لکھا اس پر عمل بھی کیا۔ آپ کی سیرت پر لکھی ہوئی کتب علمی دیانت، تحقیقی متانت اور تدریسی وضاحت کا شاہکار ہیں۔ یہ کتابیں ایک صاحب فن کی محققانہ جستجو کا مجموعہ ہیں۔ آپ نے بے لاگ تبصرے اور تجزیے کئے ہیں۔ واقعات و حقائق کو اُلجھانے کی بجائے سلجھایا ہے۔ آنے والے

سیرت نگاروں کے لئے نئی راہوں پر قندیلیں جلائی ہیں۔ غور و فکر کے دریچے کھولے ہیں۔ آپ نے اپنی تحریروں میں جذباتیت کو نزدیک نہیں آنے دیا۔ اختلافی مسائل کو زیادہ زیر بحث نہیں لائے۔ کسی مسئلے پر اصرار نہیں کیا۔ بیان کو شگفتہ اور لوگوں کی ذہنی سطح کو مدنظر رکھا' خود سوال اٹھائے اور جواب دیئے۔

حقیقت پسند سیرت نگار

ڈاکٹر حمید اللہ ایک حقیقت پسند سیرت نگار تھے۔ وہ کسی بات کو مصلحتاً پوشیدہ رکھنے کے قائل نہ تھے۔ اس بات کا تذکرہ انہوں نے ''رسول اکرمﷺ کی سیاسی زندگی'' میں وضاحت کے ساتھ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:- ''حبیب خدا ' روحنا فداہ ' کی ذات دوستوں کی تعریف و توصیف سے بھی اسی طرح بالا ہے جس طرح دشمنوں کی طنزو تشنیع سے۔ خدا سلف صالحین کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے بڑی دیانت داری سے سیرت خیرالبشرﷺ کے ہر پہلو کو بے کم وکاست بعد والوں کے لئے محفوظ کیا اورلومتہ لائم کی پرواہ کئے بغیر ان چیزوں کو بیان کر دیا جو پہلی نظر میں بعض دوستوں کو پسند نہیں آتیں اگرچہ ذرا غائر نظر ڈالنے والا اس ظاہری دھبے کے حسن و کمال پر پھڑک اٹھتا ہے(۷)۔

ڈاکٹر حمید اللہ Why a new Religion? کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ تمام مذاہب کی تعلیمات نبی علیہ الصلواۃ السلام کے وقت موجود تھیں لیکن پھر بھی انہوں نے آپ کے ذہن کو مطمئن نہ کیا؟

Why none of these satisfied the honest mind of Muhammad?

اس سوال کے جواب کے لئے انہوں نے تفصیلی جواب تیار کیا اور ثابت کیا کہ ہرمذہب نے ایک نئے نبی کی نہ صرف خوش خبری دی بلکہ وہ اس انتظار میں Some one yet to come یہ انتظار محمد عربی ﷺ کی آمد سے پورا ہو گیا۔ اب مسلم اور غیر مسلم' رسول اکرمﷺ کی زندگی کو پڑھ کر اپنی زندگی سنوارنے کی بات کریں۔

گم شدہ کتب کی بازیافت

ڈاکٹر حمید اللہ تحقیق و تفتیش کے دلدادہ تھے۔ انہیں رسول اللہﷺ سے ازحد عشق تھا۔ یا یوں کہیے کہ عشق رسول سے سرشار تھے آپﷺ کے تحریر کردہ خطوط کی تلاش و بازیابی کا سہرا انہی کے سر ہے، آپ نے ان خطوط کو شائع کیا۔ فرانسیسی کتاب Six originaux des letters

میں ان کا ریکارڈ محفوظ diplomatques du Prophet de'l Islam, Paris1986 ہے نیز ان کے عکس محمد رسول اللہ ﷺ (Muhammad Rasul Allah) میں شامل کیے۔

ڈاکٹر حمید اللہ کا ایک اور کارنامہ محمد بن اسحٰق کی صحیح ترین اور مستند ترین کتاب کی اشاعت ہے محمد الفاسی نقوش کے رسول نمبر میں رقمطراز ہیں ''علامہ محقق استاد محمد حمید اللہ نے اس کتاب کو منصہ شہود پر لانے اور اس کی طباعت میں جو کوشش کی ہے، میں اس کی تعریف و تحسین کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے اس کی تصحیح و مراجعت میں بزرگوں کے سے صبر کا مظاہرہ کیا ہے کیونکہ اس ضمن میں مغرب کے علاوہ دیگر علاقوں سے خط و کتابت مطلوب تھی اور اس کے لئے طویل عرصہ در کار تھا۔ اللہ تعالی کے فضل و کرم سے انہوں نے اس جلیل القدر کتاب کو پردہ اخفاء سے نکال کر اس تحقیقی اور قیمتی اشاعت کا کام مکمل کر دیا ہے[۸]۔

محمد طفیل لکھتے ہیں ''جب میں نے ڈاکٹر حمید اللہ کو یہ لکھا کہ رسول نمبر کے لئے کوئی خاص چیز بھیجئے تو انہوں نے بتایا کہ سیرت ابن اسحاق دریافت ہوئی ہے مسودہ بھی تیار کرکے پبلشر کے حوالے کر دیا ہے مگر وہ ابھی تک نہیں چھپی پبلشر کو خط لکھیئے کہ جلد چھاپ دے۔ چھپ جائے تو آپ اس کا اردو ترجمہ شائع کردیں۔ چنانچہ ایسا کیا گیا ۰۰۰۰ ہم پہلے یہ جملہ پڑھتے تھے کہ ابن اسحاق نے یہ کہا۔ اب یوں پڑھیں گے کہ ابن اسحاق نے یہ لکھا[۹]۔

ڈاکٹر صاحب کا اس سے بھی بڑھ کر جو کار نامہ ہے وہ ہے نادر و نایاب ذخیرہ حدیث صحیفہ ہمام بن منبہ کی تحقیق و اشاعت یہ حدیث کا قدیم ترین مجموعہ ہے۔ اسے حیدرآباد دکن سے دو تین مرتبہ شائع کیا گیا انگریزی' فرانسیسی اور ترکی زبان میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ پاکستان سے بھی 1956ء میں اسے شائع کیا گیا۔ دمشق کی عربی اکادمی نے اپنے سہ ماہی مجلّہ المجمع العربی کے چار نمبروں میں بالاقساط جاری کیا۔ ڈاکٹر صاحب کے بڑے بھائی محمد حبیب اللہ نے اس کا اردو ترجمہ کیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ہمام بن منبہ کی احادیث کا بخاری و مسلم سے تخریج احادیث کا کام بھی انجام دیا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر حمید اللہ نے انقرہ یونیورسٹی کے کتب خانے سے ہمام بن منبہ کے شاگرد معمر بن راشد کا صحیفہ بھی ڈھونڈا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا سیرت کے حوالے سے اور کارنامہ مشہور مورخ البلاذری کی سیرۃ النبی پر کتاب ''انسا ب الاشراف'' کی ناپید جلدوں کو مدون کرنا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے جغرافیہ' سیرت اور عسکریات سیرت کا نہ صرف قدیم ترین ماخذ سے مطالعہ کیا بلکہ خود کئی ماہ مدینہ منورہ رہ کر غزوات نبوی کے مقامات کا مشاہدہ کیا۔ مقامات کو خود ناپ ناپ کر ان

کے فاصلے متعین کیئے اور نقشے تیار کیئے۔

سیرت النبیﷺ کا ''On the spot'' مطالعہ کرنا ہرکس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ ڈاکٹر حمیداللہ نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی طرح غزوات کے میدانوں کا خود معائنہ اور مشاہدہ کیا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا سوالیہ انداز

ڈاکٹر حمید اللہ جب غزوہ اُحد کے بارے لکھنے کے لئے قلم اٹھاتے ہیں توانہیں یہ خیال جاگزیں ہوتا ہے کہ یہ مدینہ کے سامنے کی بجائے شہر کے پیچھے کیوں ہوئی؟ بس پھر کیا تھا، اس تشنگی کو بجھانے کے لئے لکھنا ملتوی کر دیا۔ مکہ اور مدینہ کے تمام کتب خانے چھان مارے۔ لوگوں سے گفتگو کی۔ مقامی بدوؤں سے ملاقاتیں کیں لیکن پتہ نہ چل سکا۔ بالآخر ایک کتاب ہاتھ لگی جس میں یہ درج تھا: ''جب کفار مکہ جنگ کے لئے نکلے تو ان کے پاس تیز رفتار سواریاں تھیں انہوں نے طے کیا کہ سیدھے مدینہ کا رخ کرنے کی بجائے دور دور سے ہوتے ہوئے مدینہ کے پیچھے سے عقب میں حملہ کیا جائے'' ڈاکٹر صاحب کو جب تسلی ہوئی تو اپنی نامور کتاب ''عہد نبوی کے میدان جنگ'' مکمل کی[۱۰]۔

خندق کے حوالے سے کہتے ہیں کہ یہ خندق اتنی چوڑی تھی کہ تیزی سے دوڑنے والا گھوڑا بھی اسے عبور نہ کرسکتا تھا اور گہرائی اس قدر تھی کہ اندر کوئی آدمی ہو تو اپنے آپ باہر نہ آ سکے۔

آپ کے نزدیک جنگ خندق کا خاتمہ ذیقعدہ کے شروع ہونے سے ہوا کیونکہ یہ شہرحرم کا آغاز تھا اور قریش اس ماہ میں ''مذہباً'' جنگ نہیں کر سکتے تھے۔

ڈاکٹرحمید اللہ لکھتے ہیں میری رائے میں محاصرے کی برخاستگی کی بڑی وجہ اور اصل وجہ یہی ہو گی ورنہ محض طوفان ابوسفیان جیسے مستقل مزاج شخص کو اپنی دھن سے پلٹنے میں شاید کامیاب نہ ہوتا''۔ حنین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ علاقہ طائف کے جنوب میں کافی فاصلے پر تھا نہ کہ عرب کے شمال میں جیسا کہ شبلی مرحوم نے سیرت النبیﷺ میں لکھا ہے۔

۳۔ جنگ بدر کے حوالہ سے ڈاکٹرحمید اللہ کا سوال ہے کہ کیا مسلمان ابوسفیان کے قافلے کے لئے نکلے تھے یا جنگ کے لئے؟ وہ کہتے ہیں کہ مسلمان ابو سفیان کے قافلہ کو حاصل کرنا چاہتے تھے اس لئے وہ مدینہ سے روانہ ہوئے اور بعدازاں نبی علیہ الصلواۃ و السلام نے بدر کے مقام پر جا کر ڈیرے ڈال دیئے۔ اور وہیں رکے رہے۔

اُن کے نزدیک یہ لوٹ لینا ڈاکہ کے مترادف نہیں کیونکہ ''ڈاکہ اس وقت سمجھا جائے گا جب یہ

بے قصور ہوں اور لوٹنے والے حکومت نہیں بلکہ خانگی افراد ہوں اور دو سلطنتوں میں کشیدگی پر جان و مال و آبرو کے خلاف بھی ہر فریق دوسرے کو نقصان پہچانے کا پورا حق رکھتا ہے''(۱۱)۔

اچھوتا انداز

ڈاکٹر صاحب کا انداز تحقیق نہایت ہی عمدہ اور اچھوتا ہے۔ آپ نے نبی علیہ الصلواۃ و السلام کی تاریخ پیدائش 17 جون 569 تحریر کی ہے حالانکہ دیگر سیرت نگار اسے 571 بیان کرتے ہیں۔''محمد رسول اللہ'' میں لکھتے ہیں:

> It was on Monday 17th June 569 of christian era, that a boy was born in an obscure part of the world at Mecca,in the desert continent of Arabia.(۱۲)

سیرت النبی ﷺ پر مستشرقین کے سوالات کے جوابات

ڈاکٹر صاحب کی تحریروں میں عام مبلغوں جیسی جذباتیت کی بجائے معقولیت اور فکری اپیل ہوتی ہے وہ قدیم و جدید دونوں مآخذ کے مطالعے کے بعد اپنے نتائج پیش کرتے میں۔ ان کی تحریریں دلکش اور جاذب اسلوب کا نمونہ ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریروں کو سمجھنے کیلئے بھی ایک ذوق اور مطالعہ کی وسعت ضروری ہے۔ آپ نے ''مکتوب نبوی بنام نجاشیؒ'' کی نئ دستیابی کے عنوان سے مستشرقین یورپ مسٹر ڈنلاپ کے جوابات تحریر کئے۔ ڈنلاپ(Donlop) کا یہ کہنا تھا کہ آپ نے خطوط بھیجے ہی نہیں آپ اپنے آپ کو عالمگیر نبی نہیں سمجھتے تھے بلکہ صرف عرب کی اصلاح چاہتے تھے۔ بعد میں جب عیسائی مسلمان ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمام دنیا میں اپنے حواری تبلیغ کے لئے بھیجے تھے تو مسلمانوں نے بھی اپنے نبی کی عزت بڑھانے کے لئے یہ قصہ گھڑ لیا۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ یہ ایک بے تکا اعتراض ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات بتاتی ہیں کہ رسول عربی ﷺ عالمگیر نبی تھے۔ یہ اور بات ہے کہ انسان ہونے کی وجہ سے اس عالم اسباب میں آپؐ نے اپنی تبلیغی زندگی صرف حجاز میں گزاری۔ اس کے بر خلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خود انجیل میں کئی جگہ مذکور ہے کہ وہ صرف بنی اسرائیل کے نبی ہیں حتیٰ کہ اپنے مبلغوں کو بھی ہدایت کی تھی کہ غیر یہودیوں میں تبلیغ نہ کریں اور فرمایا کہ میں صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے بھیجا

گیا ہوں۔

مستشرقین نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ مقوقس اورمنذر بن ساوی کو جو مکتوبات تحریر کئے گئے وہ جعلی تھے ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ یہ اعتراضات نا واقف اور جاہل لوگوں کے ہیں۔

برٹش میوزیم کے ماہرین کی طرف سے یہ دعویٰ کہ موجودہ جھلی جعلی ہے ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ کسی چیز کے بارے میں ماہرین میں جتنا مضحکہ خیز اختلاف سامنے آتا ہے ان حالات میں یہ رائے قابل قبول نہیں۔ ایک اور اعتراض جو ان خطوط کے حوالے سے داغا گیا ہے وہ ہے کہ ان کا خط قرآن کے نسخوں کے خط سے کافی مختلف ہے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کا خط آرائش سے لکھا جاتا تھا جبکہ سرکاری مراسلے دفتری خط میں لکھے جاتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے ان خطوط کے صحیح ہونے کے حق میں جو دلائل دیئے ہیں ان میں مہر کے بارے میں لکھتے ہیں: دونوں دستیاب شدہ خطوط کی مہر ایک جیسی ہے نیز جو خطوط روانہ ہوئے ان پر نقطے اور اعراب بالکل نہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ خط اصلی ہیں کیونکہ نقطے اور اعراب لگانے کا رواج بعد میں آیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ توجیہ بڑی منطقی ہے اور اسکے رد کی دلیل لانا بہت مشکل ہے۔ اس کے علاوہ وہ لکھتے ہیں کہ تحریر کا سٹائل بھی بہت پرانا ہے اور جس طرح لکھا گیا ہے یہ اسی دور کی تحریر نظر آتی ہے۔

ادبی اسلوب نگارش

ڈاکٹر صاحب کی تحریر ادبی تحریر کا مقابلہ کرتی ہے ملاحظہ ہو ایک اقتباس:

’’27 رمضان 13 ھ کو شہر مکہ کے مضافات میں جبل نور کے غار حرا سے ایک بجلی کوندی اور سینکڑوں سال سے حق کی تلاش میں انسان جس سرگردانی میں مبتلا تھا اس سے اسے نجات مل گئی۔ اپنے اور اپنے بنانے والے کے صحیح تعلقات اور اپنی زندگی کا مقصد معلوم کرنے کے سلسلے میں وہ من مانی باتوں اورمن گھڑت اوہام سے جس تاریکی در تاریکی میں گھسا چلا جا رہا تھا اور مختلف ادوار میں کسی روزن سے ہلکی سی روشنی آنے کے بعد وہ پھر جلد ہی جس بھول بھلیاں میں پھنس جاتا تھا اسے اس سے باہر آنے کا راستہ مل گیا اور اس نے یہ عجیب چیز محسوس کی کہ وہ اب تک غار کے دروازے میں اندر کی طرف منہ کئے کھڑا ہے اس نے منہ دوسری طرف کیا اور توحید کے روشن میدان میں نکل

آیا‘‘(۱۳)۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ’’میں ایک صحرا میں ہوں جہاں کتابوں کا پانی نہ ملنے کی وجہ سے وضوکی جگہ تیمّم کرنا پڑا ہے‘‘(۱۴)۔

تحریر کی دلکشی کا انداز اس پیراگراف سے ملاحظہ فرمائیں: ’’ایرانیوں کو اپنے گورے رنگ پر اتنا نازتھا کہ حبشیوں اور ہندوؤں کو کوے کہا کرتے تھے۔ عربوں کو اپنی زبان کی ساخت اور مفہوم کی ادائی کی صلاحیت پر اتنا ناز تھا کہ اپنے سوا ساری دنیا کو گونگا سمجھتے تھے‘‘(۱۵)۔

سیرت کے مطالعہ کی اہمیت

ڈاکٹر حمید اللہ نے ’’رسول اکرمﷺ کی سیاسی زندگی‘‘ میں ایک سوال اٹھایا ہے کہ رسول اسلام ﷺ کی سیرت کا مطالعہ اب بھی کیوں ضروری ہے۔ جب کہ آپﷺ کی وفات پرچودہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ اُن کے نزدیک علوم وفنون میں بے انتہا ترقی ہو چکی ہے۔ متمدن قوموں کے ماحول اور تصورحیات میں زمین و آسمان کا فرق آ چکا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے اس بات کا جواب اس انداز سے دیا ہے کہ سیرت کے مطالعہ کی اہمیت ایک بار پھر بڑھ گئی ہے: ’’یوں تو کسی مسلمان کی زندگی اسی وقت اسلامی کہلاتی ہے جب وہ قرآن مجید کے احکام کے مطابق ہولیکن قرآن نے خود متعدد جگہوں پر سنت نبوی کی قانونی حیثیت کوتسلیم کیا ہے اور اسے واجب التعمیل قرار دیا ہے۔ اس سے سنت نبویﷺ کی حیثیت بھی جزو قرآن نہیں تو کم از کم ضمیمہ قرآن اورتتمہ قرآن کی ہو جاتی ہے‘‘... ’’پیشوائے اعظم‘ سردار دو عالم کا قول‘ آپ کا فعل اور جن چیزوں کو آپﷺ نے اپنے صحابہ میں برقرار رکھا ان سب پر عمل کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ خود احکام قرآنی پر ہے۔

غیرمسلم کے لئے مطالعہ سیرت کیوں ضروری ہے۔ ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں: ’’جب ہم سے کوئی شخص یہ بیان کرے کہ میں تمہارے فائدے کی بات کرنا چاہتا ہوں تو کون عقل سلیم رکھنے والا ایسا ہے جو اس بات کو سننے سے انکار کر دے نبی کریمﷺ نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ جب یہ فرمایا تھا کہ میں تمام عالموں کے لئے رحمت بن کر آیا ہوں اور میرے لائے ہوئے دین کے بغیر دنیا اور آخرت کی بھلائی حقیقت میں نصیب نہیں ہوسکتی تو اوچھی طبعیت رکھنے والوں نے ٹھٹھول شروع کیا اور مخالفت پر اتر آئے اور سنجیدہ لوگوں نے اس کے برخلاف دین اسلام کے بارے سوال کیے پھر جواب

اور توضیح پر ٹھنڈے دل سے غور کیا اور جس کی رائے میں بات معقول تھی اس نے اس دین کو قبول کر لیا ''(۱۶)۔

ڈاکٹر حمید اللہ تقابلی انداز میں گفتگو کرتے ہوئے سیرت کی اہمیت یوں ابھارتے ہیں: ''سکندر اعظم ' پنولین ' ہٹلر کی زندگی صرف ایک سپہ سالار اورفاتح کے لئے مفید مواد مطالعے کے لئے پیش کر سکتی ہے، گوتم بدھ کی زندگی ریاضت و عبادت میں دلچسپی رکھنے والوں کے ہومر صرف ایک شاعر تھا۔ افلاطون و ارسطو حکیم و فلسفی تھے۔ اس کے برخلاف نبی کریم ﷺ کی زندگی کو اگر دیکھا جائے تو اس کی ہمہ جہتی حیثیت ' قول و فعل کی یکسانی ' معقول علمیت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ زندگی ہی میں کامیابی کے لحاظ سے ایک بے نظیر چیز ہے''(۱۷)۔

عورتوں کے لئے سیرۃ النبی ﷺ میں دلچسپی

ڈاکٹر حمید اللہ نے سیرۃ النبی ﷺ کے حوالے سے آپ کی زندگی میں ان عورتوں کا تذکرہ بعنوان'' تبلیغ دین میں عوتوں نے کیا ہاتھ بٹایا'' کیا ہے۔ اس سے ایک تو عورتوں کا تذکرہ مقصود ہے' دوسرا موجودہ دور کی عورت محسوس کر سکتی ہے کہ مقابلتاً وہ کہاں کھڑی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ کا ذکر ملتا ہے جنھوں نے مشکل ترین حالات میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ حضرت خدیجہؓ کی دولت یتیموں ' مسکینوں ' بیواؤں کی خدمت گزاری میں صرف ہوئی لونڈی اور غلاموں کیلئے بھی خدیجہؓ کا اسوہ قابل ذکر رہا۔ اُم شریک نے قریش کی عورتوں میں تبلیغ کی اور ان کی کوششوں سے بہت سی عورتوں نے اسلام قبول کیا۔ حضرت سمیہؓ پر بے شمار مظالم توڑے گئے مگر انہوں نے کلمہ حق کو سینے سے لگائے رکھا یہاں تک کہ آپ شہید ہوگئیں۔ فاطمہؓ بنت خطابؓ حضرت عمرؓ کی بہن نے بھی حضرت عمرؓ کو متاثر کرکے مسلمان ہونے کی طرف مائل کر دیا۔ ان کے علاوہ سعدیٰ بنت کریز' ام سلیم' ام ورقہ قابل ذکر ہیں۔

اُم ورقہ حافظ قرآن ہیں اور نبی کریم ﷺ نے ان کو مکہ کی مسجد میں امام مقرر فرمایا تھا۔ شفا بنت عبداللہ العدویہ کو آنحضرت ﷺ نے اپنی بیوی اُم المومنین حضرت حفصہؓ کو لکھنا پڑھنا سکھانے پر مامور کیا تھا۔''ڈاکٹر صاحب نے ان تمام عورتوں کو خراج عقیدت پیش کیا اور لکھا کہ ''انہوں نے رسول اکرم ﷺ کا ہاتھ خوب بٹایا اور اسلام کی راہ میں انہوں نے طرح طرح کی تکلیفیں بھی برداشت کیں (۱۸)۔

مسئلہ تعدد ازدواج

تعددازدواج پر ڈاکٹر صاحب کی اپنی ایک رائے ہے اس سے اتفاق یا اختلاف کیا جا سکتا ہے بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جب بیویوں کی تعداد کے بارے میں قرآنی حکم آیا تو رسول خدا نے ایسے مسلمانوں کو جن کی چار سے زائد بیویاں تھیں حکم دیا کہ وہ زیادہ بیویوں کو طلاق دے دیں تو اس وقت رسول خدا کی نو بیویاں تھیں مگر انہوں نے اس قانون پر خود عمل کیوں نہ کیا؟ انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ رسول خدا ﷺ نے درج ذیل انداز میں اس حکم پر عمل کیا۔ آپ ﷺ نے تمام بیویوں کو ایک جگہ جمع کر کے اس قرآنی حکم کے بارے میں آگاہ کیا اور فرمایا کہ مجھے تم میں سے کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے اب یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے کہ تم میں سے کون طلاق حاصل کرنا پسند کرتی ہے اور کون میری اہلیہ کے طور پر زندگی بسر کرنا چاہتی ہے بھلا کونسی مسلم خاتون نبی کی زوجہ ہونے کے شرف کو کھونا چاہتی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے بتایا کہ میں تم سب کو اپنی بیوی کی طرح رکھنے پر تیار ہوں مگر ایک شرط یہ کہ میں ازدواجی تعلقات صرف چار سے رکھوں گا۔ اس پر سب نے اتفاق کیا نبی کریم ﷺ ان میں ردو بدل کرتے رہتے تھے کچھ عرصہ بعد پہلی چار کی جگہ دوسری چار لے لیتی تھیں'' دوسری وجہ ڈاکٹر حمید اللہ کے نزدیک یہ تھی کہ آپ کی ان سے شادی ذاتی مفاد کے لئے نہیں بلکہ اللہ کی خوشنودی اور اسلامی کی اشاعت کے لئے تھی ۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ جواب کہ کوئی بھی ان سے علیحدہ نہیں ہونا چاہتی تھی بڑا دل کو لگتا ہے اگر اس وقت آیت کا شان نزول یہ مان لیا جائے کہ اس کے بعد آپ کے لئے عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ آپ ان سے اور عورتیں تبدیل کریں اگرچہ آپ کو ان کا حسن پسند آئے مگر جو آپ کی مملوک ہیں اور اللہ ہر چیز پر نگران ہے''[۱۹]۔

نبی کریم ﷺ کی شادیوں کو ڈاکٹر حمید اللہ نے متعدد قبائل کی اسلام میں نمائندگی قرار دیا۔ اور پھران امہات المومنین کے اثرات سے اسلام کی مرکزیت مضبوط کرنے میں بہت فائدہ پہنچا، ازواج مطہرات اپنے اپنے قبیلہ کی بااثر خواتین تھیں جن کی بدولت اسلام کو تقویت ملی اور بے شمار قبائل آپس میں شیروشکر ہو گئے۔

مکے میں بی بی خدیجہؓ کا تعلق قبیلہ بنی اسعد بن عبدالعزی سے تھا' بی بی سودہؓ کا بنی عامر لوی سے، بی بی عائشہؓ کا بنی تمیم سے' بی بی حفصہؓ کا بنی عدی سے' بی بی اُم سلم کا بنی مخزوم سے، بی بی

اُم حبیبہؓ کا بنی اُمیہ سے ' بی بی زینبؓ بن جحش کا قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ سے ' بی بی ماریہ قبطیہ کا مصر سے اور بی بی صفیہؓ کا تعلق خیبر کے یہودیوں سے تھا (۲۰)۔

آپ کی بیوی حضرت عائشہؓ کو فقہ ' ادب ' شاعری اور طب میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ آپؐ نے فرمایا: آدھا علم عائشہؓ سے حاصل کرو۔

سیرت کا نیارنگ

ڈاکٹر حمید اللہ نے سیرت کے ہر پہلو کا ایک نئے رنگ سے مطالعہ کیا آپ نے مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں اپنے دن رات صرف کئے۔ مقامات جنگ میں بیٹھ کر ۱۴ سو سالہ تاریخ کا جائزہ لیا۔ مختلف لوگوں سے ملاقاتیں کیں۔ ان سے سوال و جواب کی محفلیں سجائیں۔ اوراق عالم کا مطالعہ کیا، بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے سیرت نگار کی کاوشوں کو بھی پیش نظر رکھ کر اپنے مطالعہ و مشاہدہ کو قلمبند فرمایا۔

ان میں چند عنوانات یہ ہو سکتے ہیں:

۱۔ تبلیغ رسالت کا طریقہ، ۲۔ اندرونی استحکام کے لئے کاوشیں، ۳۔ انسانی خون کی عظمت و احترام کا سبق، ۴۔ فنون حرب میں ترقی، ۵۔ خبر رسانی وناکہ بندی کا انتظام، ۶۔ معاشی دباؤ کے وقت صورتحال، ۷۔ دشمنوں کو گھیرنے اور قریب لانے کا انداز، ۸۔ تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے سیرت نبوی لکھ کر آنحضورﷺ کے مقام عالی کے اعلیٰ و ارفع ہونے پر بھرپور دلائل پیش کئے ہیں، وہ لکھتے ہیں: ''جزیرہ نمائے عرب اسلام سے پہلے کبھی ایک اقتدار کے تحت متحد نہ تھا لیکن یہ ایک انوکھا اور عجیب و غریب واقعہ تھا کہ پورے ملک نے حضرت محمدﷺ کو متحدہ طور سے اپنا روحانی اور سیاسی سردار تسلیم کر لیا۔ جس ملک میں نراج کادور دورہ ہو وہاں دس ہی سال میں ایک مرکزیت اور نظام قائم کر دینا رسول کریمﷺ کا عظیم الشان کارنامہ ہے (۲۱)۔

وہ مزید لکھتے ہیں: ''ایک شخص جس کو وطن میں جان کے لالے پڑے ہوں، صرف ایک رفیق کے ساتھ غاروں میں چھپتا ' نامانوس اور دشوار گزارراستوں پر چلتا ' سینکڑوں میل دور جاکر پناہ گزین ہو۔ وہ دس سال بعد جب انتقال کرتا ہے تو دس لاکھ مربع میل سے زیادہ کے علاقے پر حکمران ہوتا ہے (۲۲)۔

لکھتے ہیں: ''ہر محتاج کو مدد دینا ' حق رسانی میں پیش پیش لیکن حق طلبی میں سب سے پیچھے رہنا ' سادگی پسند' ملنسار' مخلص' فیاض' محنتی' فرض شناس' پابند وقت' غرض فطرت نے مکارم اخلاق کا ایک وافر حصہ آپ کو دیا تھا ...''فرداً فرداً ایسے اوصاف اوروں میں بھی ہو سکتے ہیں اور رہے ہونگے لیکن ان سب کا اجتماع کسی اور میں نہ تھا اور ضرورت اسی اجتماع کی تھی جس کے بعد عالمگیر و دائمی نبوت کی خدمت پر مامور کیا جا سکتا تھا''(۲۳)۔

حسن یوسف ، دم عیسیٰ ، ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مکتوبات نبوی

ڈاکٹر صاحب نے مکتوبات نبوی کے عنوان سے جو عنوان قلمبند کیا ہے وہ خاص محنت کی نشاندہی کرتا ہے ان خطوط کا اصل متن پہلی بار سامنے آیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مختلف بادشاہوں یا قبائل کے سرداروں کے نام جو خطوط روانہ فرمائے تھے ان کی تعداد سوا دو سو تک جا پہنچی ہے۔ آپؒ نے خطوط کے متن کو سامنے لانے کے ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ خط کب اور کن حالات میں لکھے گئے اور یہ بھی کہ یہ خطوط کب اور کہاں سے دستیاب ہوئے اور اپنی تحقیق اور دلائل سے ان خطوط کا اصل ہونا ثابت کیا ہے۔ علم سیرت النبی ﷺ کا اہم واقعہ بنام کسریٰ کیلئے اصل مکتوب نبوی کی دریافت ہے ....خطوط کے فوٹو شائع کئے گئے جس سے کتاب کی زینت کو چار چاند لگ گئے۔

ڈاکٹر صاحب کا مطالعہ بہت وسیع تھا آپ نے اخبار مکہ کے حوالے سے جو گفتگو کی ہے وہ یقیناً آپ کی علمیت کی آئینہ دار ہے۔ آپ نے مکہ کی زندگی کا خوب خوب نقشہ کھینچا۔ ڈاکٹر حمیداللہ شام کے علاوہ بحرین کے اسفار کا تذکرہ بھی کر جاتے ہیں جس سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ چینی تاجروں اور بحرینی تاجروں کے متعلق معلومات یہ بتاتی ہیں کہ ڈاکٹر حمید اللہ کے Sources بہت وسیع تھے(۲۴)۔

ڈاکٹر حمید اللہ کی سیرت نگاری کی ایک خوبی یہ ہے کہ آپ اپنی تحقیقات و تاویلات پر بضد نہیں ہوتے تھے بلکہ فیصلہ قاری پر چھوڑ دیتے تھے۔

اپنی ایک تصنیف میں لکھتے ہیں:

My humble studies on certain aspects of the problem, my only ambition is to focus attention of scholars to some new interpretations of old and well known facts,they have come to my mind yet I do not insist on them(۲۵).

اسی طرح ڈاکٹر حمید اللہ نے کسریٰ پرویز کا اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل پر یہ تبصرہ کیا کہ: ''مجھے ان اخذ کردہ نتائج پر اصرار نہیں اور اگر اہل علم ان کی اصلاح کرسکیں اور گتھیوں کو سلجھا سکیں تو سیرۃ النبویۃ کی ایک الجھن رفع ہو سکے گی(۲۶)۔

زکوٰۃ کی فرضیت کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''اگر مکہ میں زکوٰۃ فرض ہو چکی تھی جس معنی میں ہم فرض سمجھتے ہیں تو اس کا ہمیں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ میں مجبوراً اس نتیجے پر پہنچا ہوں بلکہ میری ذاتی رائے ہوگی آپ پابند نہیں کہ اسے قبول بھی کریں کہ زکوٰۃ کی ابتداء اور اس کا آغاز اخلاقی اور رضاکارانہ اساس پر ہوا''(۲۷)۔

المختصر ابتدائی طور پر ڈاکٹر حمید اللہ قانون بین الممالک کے طالب علم تھے لیکن بعد میں علم حدیث کی طرف رغبت پیدا ہوئی کیونکہ آپ نے محسوس کیا کہ قرآن مجید کے بعد مسلمانوں کے دوسرے بڑے ماخذ پر مستشرقین نے جو تیر چلائے ہیں ان کا جواب ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے ثابت کیا کہ حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام سے مسلسل چلی آ رہی ہے۔ امام بخاری نے بیشتر احادیث امام عبدالرزاق کے ذخائر سے نقل کیں اور انہوں نے معمر بن راشد سے اور انہوں نے ہمام بن منبہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے استفادہ کیا اور یہ موخرالذکر صحابی کا ذخیرہ حضورﷺ کے دور میں مکمل ہو چکا تھا۔ علم حدیث کی محبت، سیرت النبیﷺ کی طرف کھینچ لانے کا سبب بنی کیونکہ سیرت پر بہت کچھ کہنا باقی تھا۔

آپ نے اپنی زندگی کے باقی ایام مطالعہ سیرت میں گزار دیئے، ڈاکٹر صاحب نے حضورﷺ کے خطوط اور سیرت ابن اسحٰق کے ذریعے سیرت کے باب میں ایک نئی تاریخ رقم کی۔

ڈاکٹر صاحب نے سیرت نگاری کے لئے قدیم جاہلی ادب ' علم الانساب' علم التاریخ' تذکرہ نگاری' سوانح عمریاں' سفرناموں اور کتاب الآغانی کا خوب مطالعہ کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے سیرت کے مطالعہ کے حوالے سے کئی اشکالات کے جوابات تحریر کئے۔جن کا ذکر ہم اُوپر کر آئے ہیں۔ اِن سوالات میں عمرو بن امیہ الضمری کا انتخاب بطور سفیر' کعب بن

اشرف کا قتل، بنونظیر کے یہودیوں کو مدینہ سے نکالنے کے سوالات بھی اہمیت کے حامل ہیں(۲۸)۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب ان سوالات پر فوری رائے قائم نہیں کر لیتے تھے بلکہ مسلسل غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ یہ غوروفکر تحقیق کی اصل بنیاد ہے۔ اس سے کسی تحقیق کے کام کی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً آپ کی کتاب The first Written constitution کئی سالوں کی کاوش کا نتیجہ تھی(۲۹)۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے ڈاکٹر محمد حمیداللہ کی اپنے کام سے محبت کا ذکر یوں کیا ہے: ''برصغیر کے ایک بڑے عالم مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی مشہور کتاب اظہار الحق ہے جس میں بائبل اور مسیحیت پر تنقید ہے اس کا اردو ترجمہ کوئی پینتیس سال پہلے کراچی میں شائع ہوا تھا اور بڑا مقبول ہوا۔ اس کا اشتہار ایک دینی رسالے میں چھپتا تھا اور اس میں لکھا ہوتا تھا کہ جب یہ کتاب شائع ہوئی تو لندن ٹائمز نے لکھا تھا کہ اگر یہ کتاب دنیائے مغرب میں پڑھی جاتی رہی تو مسیحیت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

ڈاکٹر صاحب نے اس ناشر کو خط لکھا اور پوچھا کہ آپ کے اشتہار میں لندن ٹائمز کا حوالہ دیکھا، پچھلے دنوں میں نے لندن ٹائمز کی فائل ۱۸۰۰ سے لیکر ۱۹۰۰ تک پوری دیکھ لی ہے اس میں مجھے یہ جملہ نہیں ملا آپ کا ذریعہ (Source) کیا ہے(۳۰)۔

حوالہ جات

۱۔ شیخ عنایت اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کے سیرت نگار، فکر و نظر، ادارہ تحقیقات اسلامی انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد، ۱۹۸۰

۲۔ انور محمود خالد، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۸۹۔۹۲، ص۔۱۰۷۔

۳۔ حاجی الطاف حسین، حیات جاوید، عشرت پبلشنگ ماڈل، لاہور، ۱۹۹۱، ص ۴۲۶۔

۴۔ انور محمود خالد، ص ۵۲۵۔

۵۔ منصور پوری، مہر نبوت، ص ۴۔

۶۔ اختر وقار عظیم، شبلی بحیثیت مورخ 'تصنیفات'، لاہور ۱۹۶۸، ص ۱۳۹۔

۷۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۸۰، ۲

۸۔ طفیل محمد، نقوش، رسول نمبر، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ج ۱۱، تقدیم

۹۔ ایضاً

۱۰۔ The Battlefields of the Prophet, Hyderabad,Daccan,1983

۱۱۔ حمید اللہ' ڈاکٹر' عہدنبوی کے میدان جنگ، الہدی پبلی کیشنز، اگست ۱۹۹۸۔

۱۲۔ Muhammad Rasulullah,Idara Islamiat,190,Anarkali,Lahore -2 I-19

۱۳۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۱۴۰

۱۴۔ ایضاً ص ۲۷۶

۱۵۔ ایضاً، ص ۲۸۹

۱۶۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۱۲

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۲

۱۸۔ ایضاً، ص۹۵-۹۷

۱۹۔ 209-208-Muhammad Rasulullah.

۲۰۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ص ۲۸۴۔۸۵

۲۱۔ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، ص ۱۰۶

۲۲۔ ایضاً، ص ۲۳۴

۲۳۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۴۶

۲۴۔ خطبات بہاولپور، ص ۴۲

۲۵۔ Muhammad Hamidullah,Dr,The Prophet establising a state and his succession,Islamabad,1988.

۲۶۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی' ص۲۲۴

۲۷۔ خطبات بہاولپور۔ ص۳۲۰

۲۸۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی' ڈاکٹر حمید اللہ، ماہنامہ دعوۃ' دعوۃ اکیڈیمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد' مارچ ۲۰۰۳' ص ۲۷

۲۹۔ Muhammad Hamidullah,Dr,The first written constitution in the world, Lahore,1975.

۳۰۔ محمد حمید اللہ' ڈاکٹر' حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی کتاب اظہار الحق اور اس کا ترجمۂ ابلاغ' کراچی' ص۲۷